شخص کو کوئی ظاہری ضرورت حج سے روک رہی ہو نہ کوئی ظالم بادشاہ اس کی راہ میں حائل ہو اور نہ ہی کوئی بیماری حج سے روکنے والی ہو، پھر بھی وہ حج نہ کرے تو وہ یہودی مرے چاہے نصرانی۔ (اسلام سے اسے کچھ تعلق نہیں۔)

حج ایک ایسی عبادت جو تمام عبادت کی جامع ہے۔ اللہ کی حمد وثنا کرنے، خواہشاتِ نفس سے رُکے رہنے، اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے اور گھر سے دوری اور سفر کی تکالیف برداشت کرنے میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور جہاد سب عبادات کی کیفیات پائی جاتی ہیں، اور دوران حج، حاجی یہ سب کچھ کرکے بیک وقت تمام عبادات کے فوائد وثمرات سے متمتع ہوتا ہے۔

حج کے دوران جو رسوم واعمال ادا کیے جاتے ہیں، انہیں مناسکِ حج کہتے ہیں۔ مناسک حج میں احرام، تلبیہ، طواف، استلام، مقام ابراہیم پر نماز کی ادائیگی، سعی صفا ومروہ، قیامِ منیٰ، وقوفِ عرفات، قیامِ مزدلفہ، قربانی، حلق راس، طواف زیارت، رمی جمرات اور طوافِ وداع شامل ہیں۔

حج بہت سے انفرادی اور اجتماعی فوائد بہم پہنچاتا ہے۔ انفرادی سطح پر اس سے قرب الٰہی حاصل ہوتا اور گناہوں کی بخشش ہوتی ہے۔ قربانی، ضبطِ نفس اور صبر وتحمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اخلاقی حالت سنورتی اور شیطان سے نفرت وبیزاری پیدا ہوتی ہے۔ اجتماعی سطح پر بہت سے مسلمانوں کے اجتماع کے نتیجہ میں باہمی اتحاد ومساوات کا درس ملتا ہے، اور اتنے بڑے اجتماع میں بغیر کسی فساد اور فسق وفجور کے مناسکِ حج کی ادائیگی سے اہل اسلام میں نظم وضبط اور تنظیم کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔

اسلامی تہذیب کی خصوصیات

اسلامی تہذیب کی وہ خصوصیات جو اسے دیگر تہذیبوں سے منفرد اور ممتاز مقام عطا کرتی ہیں، حسب ذیل ہیں:

1۔ توحید: اسلامی تہذیب میں توحید خداوندی کے تصور کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ توحید سے مراد یہ ہے کہ اس تمام کائنات کا خالق ومالک ایک اللہ ہے (هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ الاخلاص 1:112)۔ جو ہر لحاظ سے

شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔البقرہ 20:2)۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے (وَ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ ۔ابراہیم 27:14)۔ اسی نے موت وحیات کی تخلیق کی ہے (خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ ۔الملک 2:67)۔ وہی زمین و آسمان کا خالق ہے (اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۔البقرہ 22:2)۔ کوئی کسی بھی طرح اس کا ہمسر وثانی نہیں (وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۔اخلاص 4:112)۔ اس کا حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے (لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ ۔البقرہ 83:2)۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا بہت بڑا ظلم ہے (اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ۔لقمان 13:31)۔ جس نے کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا اس پر اس نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے (اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَ مَاْوٰہُ النَّارُ ۔المائدہ 72:5)

2۔ <u>ایمان اور عملِ صالح</u>: اسلامی تہذیب کی ایک نمایاں خصوصیت ایمان اور عمل صالح ہے۔ مسلمان اسلام کی بتائی ہوئی ان دیکھی حقیقتوں یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے نبیوں، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں۔ ان حقیقتوں پر ایمان صالح اعمال کا تقاضا کرتا ہے۔ چنانچہ اہل اسلام اپنے دین کے بتائے ہوئے نیک اعمال جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، محبت، اخوت، خوش خلقی، ہمدردی، عدل وانصاف وغیرہ بجالاتے ہیں۔ اسلام کے نقطہ نظر سے انسان کی دنیاوی اور اخروی کامیابی کے لیے یہ دونوں چیزیں کلیدی اہمیت کی حامل ہیں۔ اسلام اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ایک شخص ایمان تو لائے لیکن نیک اعمال نہ کرے یا نیک عمل تو کرے لیکن صاحبِ ایمان نہ ہو۔ دیگر تہذیبوں میں ایمان اور عمل صالح کی یہ خصوصیت بہت کم دکھائی دیتی ہے۔ کہیں ایمان ہی کو ذریعہ نجات سمجھ لیا جاتا ہے اور عمل صالح کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور کہیں اچھے اعمال ہوتے ہیں لیکن ایمان نظر نہیں آتا۔ ایسا ایمان جو عمل پر نہ ابھارے درحقیقت ایمان ہی نہیں، اور ایسے نیک اعمال جن کا جذبہ محرکہ ایمان نہ ہو دراصل نیک اعمال ہی نہیں۔ ایسے ایمان اور عمل کا معیار انتہائی پست ہوتا ہے اور وہ اعلیٰ مقاصد حاصل نہیں ہوتے جو اسلام کا مطمعٔ نظر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ایمان اور اعمال صالح پر برابر زور دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالْعَصْرِ ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا۔ (لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔التین 4:95)
اولادِ آدم کو کرامت و بزرگی عطا فرمائی، انہیں بحروبر میں سواریاں عنایت کیں، پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور بہت سے مخلوقات پر فضیلت بخشی۔ (وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ۔ بنی اسرائیل 70:17) آدم کو اللہ کی طرف سے ملنے والی عظمت و تکریم کا اندازہ اس سے کیجیے کہ اللہ نے فرشتوں جیسی معصوم، نیک اور نوری مخلوق کو اس کے آگے سجدے میں ڈال دیا۔ ارشاد خداوندی ہے: وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ (البقرہ 34:2) "اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے۔" انسان کی عظمت اور عزت و تکریم کے اس تصور سے دیگر تہذیبیں یکسر نا آشنا تھیں۔ ان تہذیبوں میں نہ صرف یہ کہ انسان کو کوئی مرتبہ و وقار حاصل نہیں تھا بلکہ وہ نہایت پست سطح پر گر گیا تھا، اور کائنات کی مختلف چیزوں حتیٰ کہ خود اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی اشیا کے سامنے سجدہ ریز تھا۔ اسلام انسان کو باور کراتا ہے کہ وہ کائنات کا خادم نہیں، مخدوم ہے۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ نے آدمی کے لیے مسخر کردی ہے۔ ارشاد ہے: اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ (لقمان 20:31) "کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسخر کردیا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔" گویا کائنات انسان کے لیے ہے، انسان کائنات کے لیے نہیں۔ بقول اقبال:

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے

4۔ حاکمیت الٰہیہ اور نیابت آدم: اسلامی تہذیب میں اقتدارِ اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ (اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ یوسف 40:12۔ "حاکمیت صرف اللہ ہی کی ہے۔") البتہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں اپنے احکامات کے نفاذ کے لیے کائنات کی بہترین اور اشرف و اکرم مخلوق یعنی انسان کو اپنا نائب مقرر فرمایا ہے: ارشادِ الٰہی ہے: وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ

درمیان اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ کیجیے۔" جو لوگ اللہ کی نازل کردہ ہدایات کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔ (وَ مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ۔المائدہ5:44)

5۔ <u>مساواتِ بنی نوعِ انسان</u>: اسلام میں تمام انسان بحیثیت انسان برابر ہیں، رنگ و نسل، قوم و قبیلہ، زبان و وطن، غرضیکہ کسی بنیاد پر بھی کوئی شخص دوسرے سے برتر و اعلیٰ نہیں۔ سب اللہ کی مخلوق اور آدم کی اولاد ہیں۔ کائنات میں اللہ کے فراہم کردہ اسباب سے استفادہ کا سب کو مساوی حق حاصل ہے۔ قانون کی نظر میں حاکم وقت اور ایک عام آدمی میں کوئی فرق نہیں۔ محض مال و متاع اور حکومت و اقتدار کسی فرد کے افضل اور بڑے ہونے کی دلیل نہیں اور محض ان چیزوں سے محرومی کسی کے کمتر اور چھوٹے ہونے کی علامت نہیں۔ برتری اور فضیلت کا اگر کوئی معیار ہے تو وہ صرف اور صرف تقویٰ اور خوف خداوندی ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث نبوی میں اس حقیقت کو متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ چند آیات قرآنی اور احادیث نبوی یہ ہیں: یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّ نِسَآءً (النساء4:1) "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔" یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات49:13) "اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے کنبے اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ یقیناً اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے، جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔" وَ مَا کَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا (یونس10:19) "اور سب لوگ ایک ہی اُمت تھے، پھر الگ الگ ہو گئے۔" اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ وَ اِنَّ اَبَاکُمْ وَاحِدٌ اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَّلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَّ لَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی. (مسند احمد) "اے لوگو! بے شک تمہارا پروردگار ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے۔ خبردار! کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی سرخ کو سیاہ پر

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

6-اخوتِ اسلامی: اسلامی تہذیب کی ایک اہم خصوصیت اہل اسلام کا باہمی اتحاد اور اخوت و بھائی چارہ ہے۔ اسلامی اخوت کی بنیاد کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ ہر مسلمان نسل، رنگ، قوم، زبان اور علاقے وغیرہ کے امتیاز کے بغیر اسلامی برادری کا ایک رکن ہے۔ قرآن و حدیث میں اسلامی اخوت کا تذکرہ متعدد مقامات پر ملتا ہے۔ چند آیات اور احادیث ملاحظہ ہوں: وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا (آل عمران 103:3) ''اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو۔ ایک وقت تھا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی۔ پس تم اس کی عنایت سے بھائی بھائی بن گئے۔'' اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (الحجرات 10:49) ''بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔'' لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ (الانفال 63:8) ''اگر آپ دنیا کی ہر چیز خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے دلوں میں اُلفت پیدا نہ کر سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان میں الفت و محبت ڈال دی ہے۔'' وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران 103:3) ''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور تفرقے میں نہ پڑو۔'' وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (الانفال 46:8) ''اور آپس میں مت جھگڑو ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔'' اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ (بخاری) ''مومن، دوسرے مومن کے لیے ایسے ہی قوت کا باعث ہے جیسے عمارت کا ایک جزو دوسرے کو مضبوط بناتا ہے۔ پھر آپ نے (مسلمانوں کے باہمی اتحاد کی وضاحت کے لیے) ایک ہاتھ کی اُنگلیاں دوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں میں داخل فرمائیں۔'' اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔''

والحمٰی (بخاری) ''تم مومنین کو آپس میں رحم کھانے، اُلفت و محبت کرنے اور شفقت و مہربانی کرنے میں جسم انسانی کی طرح پاؤ گے کہ جب جسم کا کوئی ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو سارے کا سارا جسم بے خوابی اور بخار میں اس کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔'' بقول شاعر ؎

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں
تو ہندوستان کا ہر پیر و جواں بے تاب ہو جائے

6. **عدل و انصاف**: اسلامی تہذیب عدل و انصاف کی علمبردار ہے۔ اسلامی اخلاقیات میں عدل و انصاف سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص کو اس حق صحیح صحیح ملے اور کسی پر کسی طرح کا ظلم اور زیادتی نہ ہو۔ قانون کی نظر میں چھوٹے بڑے، غریب امیر اور حاکم و محکوم سب برابر ہوں۔ جس جرم کی جو سزا مقرر ہو اس کا نفاذ جس طرح ایک عام آدمی پر ہو اسی طرح سرمایہ داروں، افسروں اور وقت کے حکمرانوں پر بھی ہو۔ کسی رنگ و نسل، قوم و وطن اور مذہب و ملت کا فرق بھی کسی کے حق کی صحیح صحیح ادائیگی میں رکاوٹ نہ بنے۔

عدل دو طرح کا ہوتا ہے 1-انفرادی عدل۔ 2-اجتماعی عدل۔

انفرادی عدل سے مراد وہ عدل ہے کہ جس کا تعلق فرد کی زندگی سے ہو۔ یعنی ایک طرف تو آدمی اپنی زندگی کے ہر شعبے میں اعتدال و توازن کا رویہ اپنائے اور افراط و تفریط سے بچے اور دوسری طرف عدل و انصاف کے تقاضوں کو اپنے ذاتی مفاد اور ذاتی پسند و ناپسند سے مقدم رکھے۔ اور اجتماعی عدل یہ ہے کہ اجتماع اور معاشرے کی سطح پر تمام شعبوں مثلاً معاشرت، سیاست، معیشت اور عدالت وغیرہ میں عدل و انصاف کو قائم رکھا جائے اور کسی شعبے میں بھی ظلم و ناانصافی راہ نہ پا سکے۔ قرآن و حدیث میں عدل و انصاف کی بہت تاکید آئی ہے۔ چند آیات اور احادیث ملاحظہ ہوں: **وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ**. (النسا4:58) ''اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔'' **اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ** . (النحل16:90) ''بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔'' **وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى**. (المائدہ5:8) ''اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف کا دامن چھوڑ دو۔

کرنے والے کو دو اجر ملتے ہیں، ایک عدل و انصاف کا اور دوسرا فرائض کی بحسن و خوبی انجام دہی کا۔ (الحدیث) آپ نے عدل وانصاف کی تلقین کے ساتھ ساتھ اس سلسلہ میں بہترین عملی مثالیں بھی قائم فرمائیں۔ قبیلہ بنی مخزوم کی ایک خاتون فاطمہ نے چوری کا ارتکاب کیا۔ حضور نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید کے ذریعہ سزا میں نرمی کے لیے سفارش کی تو آپ نے فرمایا: کیا تم حدود اللہ میں سفارش کرتے ہو! تم سے پہلی قومیں اسی لیے تباہ و برباد ہوئی کہ کوئی چھوٹا آدمی جرم کرتا تو اس کو سزا دی جاتی اور کوئی بڑا آدمی جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا۔ خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ غزوۂ بدر میں کفار کے قید ہونے والے افراد میں آپ کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے۔ مدینہ منورہ میں ان کے ننھیال تھے۔ لوگوں نے ننھیالی تعلق اور آپ سے قرابت کی بناپر حضرت عباس کا فدیہ معاف کرنے کی اجازت چاہی مگر آپ نے اس سے منع کر دیا۔ ایک دفعہ ایک مسلمان اور یہودی میں جھگڑا ہو گیا۔ معاملہ آپ کے پاس آیا۔ آپ نے دونوں کا موقف سن کر فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا۔

8-اعتدال وتوازن: اسلام انتہا پسندی اور افراط وتفریط سے روکتا اور اعتدال و میانہ روی اختیار کرنے پر زور دیتا ہے۔ امت مسلمہ کو امت وسط قرار دیا گیا ہے: وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (البقرہ143:2) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور قول ہے: خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا۔ ''بہترین راہ درمیان کی راہ ہے۔'' قرآن پاک میں خرچ کرنے کے معاملہ میں کنجوسی اور فضول خرچی دونوں سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد ہوا: وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (بنی اسرائیل 29:17) ''اپنے ہاتھ کو گردن سے باندھے رکھو اور نہ بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور حسرت زدہ بن کر بیٹھ رہو۔'' اللہ کے نیک بندوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (الفرقان 67:25) ''اور وہ لوگ کہ جب خرچ کریں تو اسراف سے کام لیتے ہیں اور نہ کنجوسی سے، بلکہ ان دونوں کے درمیان کی راہ اختیار کرتے ہیں۔'' حضور کا فرمان ہے: مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ (مسند احمد) ''جس نے میانہ روی اختیار کی وہ تنگدست نہ ہوا۔'' صرف خرچ کے معاملے ہی

اہل وعیال وغیرہ کو بھول نہ جاؤ کہ ایسا کرنا اپنے ذمہ دیگر فرائض میں کوتاہی ہے اور یوں یہ ثواب کے بجائے الٹا گناہ کا موجب ہے۔

9۔اخلاقی اقدار: اسلامی تہذیب کی ایک اہم خصوصیت جامع اور مکمل اخلاقی تعلیمات ہے۔ اخلاق دو طرح کے ہوتے ہیں: 1- اخلاق حسنہ۔2- اخلاق سیئہ ۔ اخلاق حسنہ سے مراد ہے: اچھے اخلاق اور اخلاق سیئہ سے مراد ہے برے اخلاق۔ اچھے اخلاق میں دیانت داری، ایفائے عہد، سچائی، ایثار، بردباری، صبر، شکر، عدل وانصاف، احسان، شجاعت، بہادری، محبت وشفقت، تواضع، عفو، شرم وحیا اور خدمت خلق وغیرہ شامل ہیں اور برے اخلاق میں جھوٹ، خیانت، بدعہدی، ظلم وزیادتی، بخل، بدکاری، بزدلی، غیبت، حسد، چوری، تکبر اور بدکلامی وغیرہ۔ اسلام نے اخلاق حسنہ اپنانے اور اخلاق سیئہ سے بچنے کی خصوصی تلقین فرمائی ہے۔ اس سلسلہ میں اسلام کی تعلیمات دیگر تمام مذاہب کی نسبت زیادہ سہل، قابلِ عمل اور فطرتِ انسانی سے قریب تر ہیں۔ یہی سبب ہے کہ اسلام نے نمایاں طور پر ایسی سوسائٹی تشکیل کردی، جو کسی بھی دوسری سوسائٹی سے اعلیٰ اخلاقی نمونوں کی حامل تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق حسنہ کا وہ اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا جو تاریخ انسانی میں اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کے اسوہ حسنہ کی پیروی انسانوں کو اخلاق کے اس اعلیٰ معیار پر پہنچا سکتی ہے جس کا عقل انسانی تصور کرسکتی ہے۔ قرآن پاک میں آپ کے اعلیٰ اخلاق کی گواہی ان الفاظ میں دی گئی ہے: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم 4:68) ''اور بے شک آپ عظیم اخلاق پر ہیں۔'' حضرت عائشہؓ سے کسی نے آپ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: ''کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟'' پوچھنے والے نے جواب دیا ہاں، کیوں نہیں؟'' حضرت عائشہؓ نے فرمایا: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ۔ ''آپ کا اخلاق قرآن ہی تو تھا۔'' چنانچہ آپ کو اسوۂ حسنہ قرار دیتے ہوئے آپ کی پیروی کی ترغیب دی گئی: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب 21:33) ''بے شک تمہارے لیے رسول اللہ (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔'' اسلام میں اخلاقیات کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مقصد بعثت ہی اچھے اخلاق کی تکمیل بتایا ہے: اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ ایک

دوسرے کے انسانی حقوق کا لحاظ رکھنا۔ اسلام رواداری کا علمبردار ہے۔ وہ مذہب کے معاملہ میں جبر و اکراہ کو قطعاً ناپسند کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ 256:2) ''دین میں کوئی جبر نہیں۔'' اسلام انسان کے اس حق کو نہ صرف تسلیم کرتا بلکہ اسے یقینی بنانے کے لیے ایسے اقدامات کرتا ہے کہ آدمی اپنی آزاد مرضی سے جو بھی عقیدہ رکھنا چاہے رکھے اور جو بھی مذہب اختیار کرنا چاہے اختیار کرے۔ (فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکھف 29:18) ''پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کرے۔'') دیگر مذاہب میں عموماً دوسرے مذاہب کی محترم شخصیات کے احترام پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی، بلکہ ان کی توہین کی جاتی ہے۔ جبکہ اسلام اس کے برعکس دیگر مذاہب کی محترم شخصیات کے احترام کو ایمان کا حصہ سمجھتا ہے۔ یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کو بھی کچھ نہیں سمجھتے: وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ (البقرہ 113:2) اور اسلام اور پیغمبر اسلام پر بھی معترض ہوتے ہیں لیکن اسلام ان کے نبیوں اور کتابوں کو نہ صرف مانتا بلکہ انہیں نہ ماننے والوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا۔ وہ اہل اسلام سے اقرار کرواتا ہے کہ: لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (البقرہ 285:2) ''ہم اس کے رسولوں میں باہم کوئی فرق نہیں کرتے۔'' وہ حکم دیتا ہے کہ: قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (آل عمران 84:3) ''کہیے ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو موسیٰ و عیسیٰ اور (دیگر) نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا۔ ہم ان میں سے کسی میں کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے تابع فرمان ہیں۔''

اسلام کی رواداری کی حد یہ ہے کہ وہ ان باطل معبودوں کو بھی گالی دینے سے منع کرتا ہے، جن کو لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں: وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ (الانعام 108:6)

میں اس سے دوسرے کا حق واپس نہ لے لوں۔'' اسلام سے قبل سوسائٹی کے کمزور طبقوں مثلاً عورتوں، غلاموں اور بچوں وغیرہ پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جاتے۔ اسلام نے ان سب طبقات پر ظلم کا خاتمہ کیا اور انہیں سوسائٹی میں باعزت مقام دلوایا۔ عورتیں زمانہ جاہلیت ہی میں ظلم کا شکار نہ تھیں، آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی ظلم و جبر کی چکی میں پس رہی ہیں۔ انہیں جائیداد میں حصہ نہیں دیا جاتا۔ تشدد بدسلوکی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اسلام نے عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دیے۔ انہیں مردوں ہی کی طرح جائیداد میں حصہ دار ٹھہرایا: لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ (النساء 7:4) خاوندوں کو بیویوں کے ساتھ خوش اسلوبی سے پیش آنے کی تلقین کی۔ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء 19:4) ماں کے قدموں تلے جنت قرار دی۔ الْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ بیٹیوں کو اللہ کی رحمت سے تعبیر کیا اور ان کی اچھی پرورش اور تعلیم و تربیت کرنے اور بالغ ہونے پر ان کا نکاح کرنے والے کو جنت میں نبی آخر الزماں کی ہم نشینی کی بشارت دی گئی۔ اسلام سے قبل بعض لوگ بچوں کو بھوک کے ڈر سے قتل کر دیا کرتے۔ اسلام نے اس ظلم سے روکتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ (بنی اسرائیل 31:17) ''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو۔ ہم ہی رزق دیتے ہیں ان کو بھی اور تم کو بھی۔'' غلام جن سے جانوروں سے بھی بدتر سلوک ہوتا، دیگر انسانوں کے برابر کھڑے کیے گئے۔ حضور نے فرمایا: ''تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔ جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ، جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔'' اسلام نے غلاموں کی آزادی کو بہت بڑی نیکی اور کئی گناہوں کا کفارہ ٹھہرایا۔ حضور نے اپنے سب غلاموں کو آزاد کر دیا۔ زید بن حارثہ کو نہ صرف آزاد کیا اور اپنا بیٹا بنایا بلکہ اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کا نکاح بھی ان کے ساتھ کر دیا۔ اسلامی تہذیب میں انسانی حقوق کے اعتبار سے ایک عام فرد اور سربراہِ ریاست میں مطلق کوئی فرق نہیں۔ ایک عام آدمی بلا جھجک سربراہِ مملکت کا احتساب کر سکتا ہے۔ اسے غلط اقدام پر ٹوک سکتا ہے اور اس کے خلاف عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے۔ اسلامی تہذیب میں عربی عجمی، گورے کالے، امیر غریب سب برابر ہیں۔ ان میں سے ہر فرد اپنی اہلیت اور تقویٰ کی بنیاد پر بڑے سے بڑے عہدے پر پہنچ سکتا ہے۔ کوئی نکٹا حبشی غلام

اور روح کے تقاضوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو دراصل انسان اور جانور میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ جدید مغربی تہذیب میں بالعموم مادی پہلو غالب ہے۔ انسانی زندگی کا مقصد زیادہ سے زیادہ جسمانی و مادی لذات کا حصول بن کر رہ گیا ہے۔ انسان جانوروں کی سطح پر اتر کر ہمہ وقت کھانے پینے اور عیش و تنعم کی زندگی گزارنے کی تگ و دو میں مصروف رہتا ہے۔ اسلام ایسی مادیت زدہ زندگی کو قطعاً پسند نہیں کرتا۔ وہ اگرچہ جسم کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنے کی بھی تلقین کرتا ہے تاہم اس کا اصل فوکس انسان کے روحانی وجود پر ہے۔ اس کے نزدیک انسان کا اصل ہدف روح کی صفائی و ستھرائی اور پاکیزگی ہونا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا . وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (الشمس 91:9-10) ''یقیناً کامیاب ہوا جس نے اس (نفس) کو پاک کیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو دبا دیا۔'' انسان کی اصل طاقت روحانی طاقت ہے۔ چنانچہ اسلامی تہذیب میں جسم کے مقابلہ میں روح کو توانا بنانے پر توجہ دی جاتی ہے۔ وہ ایسا ماحول پیدا کرتی ہے، جہاں انسان اعلیٰ سے اعلیٰ روحانی مدارج طے کر سکے۔ یہ انسان کو ترغیب دیتی ہے کہ وہ اپنی روح کو اس حد تک پاکیزہ کرے کہ جب وہ جسم سے آزاد ہو تو ندا آئے: يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ . ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً . فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ . وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (الفجر 89:27-30) ''اے نفس مطمئن! لوٹ چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے راضی۔ پس شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔''

13- <u>تصورِ مسئولیت</u>: مسئولیت کے معنی ہیں جوابدہی۔ تصور مسئولیت سے مراد ہے جوابدہی کا تصور۔ اسلام کے نقطۂ نظر سے آدمی شتر بے مہار نہیں ہے کہ جو کچھ اس کے جی میں آئے کرتا پھرے، کوئی اسے پوچھنے والا نہیں۔ وہ اس کے برعکس یہ تصور دیتا ہے کہ یہ زندگی انسان کا امتحان ہے۔ اللہ نے انسان کو اس جہان میں اپنا نائب بنایا ہے اور اسے یہ فرض سونپا ہے کہ یہاں اس کی حاکمیت قائم کرے اور اس کی بندگی بجا لائے۔ انسان کو یہاں لامحدود زمانوں کے لیے نہیں بلکہ ایک خاص وقت تک رہنا ہے۔ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (البقرہ 2:36) ''تم کو زمین میں ایک خاص

کو جھٹلایا وہی جہنمی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔" گویا انسان نہ تو یہاں خود بخود پیدا ہو گیا ہے اور نہ ہی وہ غیر ذمہ دار اور غیر مسئول ہے۔ اس کو اس کائنات کے خالق و مالک پروردگار نے بھیجا ہے اور یہاں ایک خاص کردار ادا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب اسے پروردگارِ عالم کے حضور اپنے کردار سے متعلق جواب دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر اور علیم و خبیر ہے۔ انسان کا ہر ہر عمل ہر گھڑی اس کی نگاہ میں ہے۔ حتیٰ کہ وہ نگاہوں کی خیانت اور دلوں میں چھپی باتوں سے بھی باخبر ہے:
يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ (المومن19:40) انسان سے بروز قیامت اس کے کانوں، آنکھوں اور دل وغیرہ سب سے متعلق سوال ہوگا: وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل36:17) حدیث نبوی کے بموجب انسان سے پوچھا جائے گا کہ اس نے عمر کہاں صرف کی؟ شباب کیسے گزارا؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور جو علم دیا گیا تھا اس پر کہاں تک عمل کیا؟ غرضیکہ اسلام میں انسان مکمل طور پر مسئول و جوابدہ ہے اور اسے اپنے ہر ہر عمل کا سامنا کرنا ہے۔

14- **عالمگیریت:** اسلامی تہذیب عالمگیریت کی حامل ہے۔ اسلام کا پیغام کسی خاص قوم یا علاقے کے لوگوں کے لیے نہیں بلکہ روئے زمین کے تمام انسانوں کے لیے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے انبیا اور مذہبی رہنماؤں کی دعوت کے مخاطب مخصوص اقوام اور علاقوں کے لوگ ہوتے، چنانچہ ان کی برپا کردہ تہذیبیں بھی محدود و مخصوص اور علاقائیت کا رنگ لیے ہوئے ہوتیں۔ بعض مذاہب کے پیروکار تو اس بات کو سخت ناپسند کرتے ہیں کہ کسی اور قوم کا فرد ان کے مذہب میں داخل یا ان کی مذہبی تعلیمات سے آشنا ہو۔ وہ خود کو خدا کے چہیتے اور محبوب اور فلاح و نجات کو اپنے لیے مخصوص سمجھتے ہیں۔ اس کے برعکس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام بنی نوع انسان کو اپنا مخاطب بنایا کہ: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف158:7) "اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔" اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساری انسانیت کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ (وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۔ سبا28:34۔ "اور ہم نے آپ کو تمام تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے" وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ الانبیاء107:21) "اور ہم نے آپ کو

اور اعلیٰ فرد بن سکتا ہے۔ اسلام میں برتری اور عظمت عربوں اور پیدائشی مسلمانوں کے لیے مخصوص نہیں۔ یہاں عجمی اور حبشی و فارسی قریش کے عام معززین ہی سے نہیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں سے بھی اعلیٰ مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ اسلام کا اعلان ہے: لَافَضْلَ لِعَرَبِيّ عَلٰی عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰی عَرَبِيٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی۔ ''کسی عربی کو عجمی اور کسی عجمی کو عربی، کسی گورے کو کالے اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ فوقیت اور برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے۔'' اسلام کی یہی آفاقی و عالمگیر اپیل اس کی عالمگیر تہذیب کی بنیاد ہے۔

16- <u>تعلیم و تعلم</u> اسلام میں پڑھنے لکھنے اور تعلیم و تعلم کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی کا پہلا لفظ ہی اِقْرَاْ (یعنی پڑھیے) ہے۔ قرآن و حدیث میں جگہ جگہ تعلیم و تعلم پر زور دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (الزمر 39:8) ''آپ کہیے کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟'' اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر 35:28) ''اللہ سے اس کے بندوں میں سے، علم والے ہی ڈرتے ہیں۔'' قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰہٰ 20:114) ''کہیے اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔'' احادیث میں آتا ہے: اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا۔ ''مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔'' طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ۔ ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد اور عورت) پر فرض ہے۔'' خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ ''تم میں سے بہتر ہو وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔'' اللہ اور رسول کے احکام کی بنا پر مسلمانوں نے تعلیم و تعلم کو اپنا مرکز نگاہ بنا لیا۔ انہوں نے مختلف شعبہ ہائے علم میں وہ خدمات سرانجام دیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔ قرآن و حدیث کی تفسیر و تشریح اور ان کے عملی و اطلاقی پہلوؤں کے حوالے سے مسلمانوں نے جو علوم پیدا کیے، علم و حکمت کی دنیا میں مسلمہ حیثیت کے حامل ہیں۔ لیکن مسلمانوں نے صرف یہی نہیں کیا بلکہ طبعی علوم (Natural Sciences) میں بھی وہ نام پیدا کیا کہ دنیا کے امام کہلوائے۔ بہت سے مغربی محققین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ موجودہ سائنسی و علمی ترقی کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی تھی۔

طَيِّبًا (البقرہ 168:2) ''اے لوگو زمین میں جو حلال اور پاکیزہ ہے، وہ کھاؤ۔'' پاکیزگی کو نصف ایمان کہتا ہے کہ: اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَان (الحدیث) اور پاک وصاف رہنے والوں کو اللہ کی محبت کی نوید سناتا ہے کہ: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (البقرہ 222:2) ''بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات طہارت ونفاست کو آدمی کے مزاج کا حصہ بنا دیتی ہیں۔ ایک مسلمان کو دن میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرنا ہوتی ہے اور نماز کے لیے ضروری ہے کہ اس کا جسم، اس کا لباس اور نماز کی جگہ پاک وصاف ہو۔ طہارت ونفاست کے حوالے سے دیگر تہذیبوں کے مقابلہ میں اسلام کی عظمت وبرتری کا اندازہ کرنا ہو تو محض اس نکتہ پر ہی غور کر لیں: جدید مغربی تہذیب میں نفاست کے بلند بانگ دعووں کے باوجود اس چیز کو عموماً کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہے کہ جنبی آدمی غسل کے بارے میں حساس ہو، زیر ناف وغیرہ بالوں کو بے ہنگم نہ بڑھنے دیا جائے، لباس کو پیشاب وغیرہ کے قطروں سے پاک رکھا جائے۔ لیکن اسلام اس چیز کو نہ صرف قابل التفات سمجھتا ہے بلکہ اس ضمن میں نہایت حساس ہے اور ان امور سے متعلق تفصیلی ہدایات فراہم کرتا ہے۔

17- سادگی: اسلام طہارت ونفاست پر زور دیتا ہے، لیکن نمود ونمائش اور فضول خرچی سے منع کرتا ہے۔ اسلام اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال ودولت عطا کی ہو اور وہ اللہ کی اس عطا سے محروموں کی محرومیاں دور کرنے کے بجائے اسے بے جا اڑانے لگے۔ ارشاد الٰہی ہے: وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا. اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ (بنی اسرائیل 17:26-27) ''فضول خرچی نہ کرو۔ بلاشبہ فضول خرچی کرنے والوں شیاطین کے بھائی ہیں۔'' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سادگی کا بہترین نمونہ ہے۔ آپ ہمیشہ سادہ لباس پہنتے اور سادہ غذا کھاتے۔ آپ اپنے اصحاب میں کسی بھی لحاظ سے نمایاں ہونا پسند نہ فرماتے۔ ان کے ساتھ مل کر کام کرتے۔ اپنے گھر کے حتیٰ کہ دوسروں کے معمولی سے معمولی کام کرنے میں بھی ذرا عار محسوس نہ کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بھی سادگی کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔ سادگی اسلامی تہذیب کی وہ خصوصیت ہے جو باہمی امتیازات، فخر ومباہات اور طبقاتی تقسیم کو مٹاتی اور باہمی محبت واخوت اور عزت واکرام کو فروغ دیتی ہے۔

باہمی مشاورت سے طے پاتے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے: وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (الشوریٰ 38:42) ''اور ان کے معاملات باہمی مشورہ سے انجام پاتے ہیں۔'' صاحبِ اقتدار کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ کاروبارِ سلطنت میں عوام سے مشورہ کرے۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (آلِ عمران 158:3) اسلام میں مشاورت کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اس کے باوجود کہ آپ پر وحی نازل ہوتی تھی، جب بھی کوئی معاملہ درپیش ہوتا، صحابہ سے مشورہ فرمایا کرتے۔

19- معاشی فلاح و بہبود: اسلامی تہذیب معاشی ناہمواری اور استحصال کو ختم کرتی ہے۔ اسلام اس بات کو قطعاً پسند نہیں کرتا کہ سوسائٹی کے کچھ افراد یا طبقات خصوصی مراعات حاصل کر لیں یا روپے پیسے اور وسائلِ رزق پر سانپ بن کر بیٹھ رہیں۔ وہ تعلیم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معیشت کے ذرائع سب کے لیے یکساں پیدا کیے ہیں اور اس میں کسی کو کوئی اختصاص حاصل نہیں ہے: (وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَ مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ (الحجر 20:15) ''اور ہم نے تمہارے اور ان کے لیے جن کو تم رزق فراہم نہیں کرتے، سامانِ معیشت پیدا کیا۔'') معاشی فلاح اور استحصال کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ سرمایہ معاشرے میں گردش کرتا رہے۔ اسلام نے زکوٰۃ کا نظام قائم کیا اور اس کی یہی حکمت واضح کی کہ: لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (الحشر 7:59) ''دولت تمہارے اغنیا میں ہی گردش نہ کرتی رہے۔'' اسلام اہلِ ثروت کو اپنی ضروریات سے زائد مال کم وسیلہ لوگوں پر خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ زکوٰۃ اور صدقات سے متعلق اسلامی تعلیمات پر عمل غربت اور معاشی استحصال کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔

20- امن و آشتی: اسلام امن و آشتی کا دین ہے۔ اسلام کے معنی ہی امن و سلامتی کے ہیں۔ اسلام نہ صرف مسلم معاشرے میں بلکہ پوری دنیا میں امن کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ آج دنیا امن کی پیاسی ہے۔ ہر طرف ظلم و تشدد اور خوف و وحشت کا دور دورہ ہے۔ لوگ امن کے نعرے تو لگاتے ہیں لیکن کسی کے پاس ایسی جامع سکیم نہیں جو دنیا میں امن قائم کر سکے۔ یہ سکیم اسلام کے پاس ہے۔ اسلام ان وجوہ و اسباب ہی کا مکمل طور پر خاتمہ کرتا ہے جو بدامنی اور ظلم و تشدد کی بنیاد بنتے ہیں۔ کاش دنیا کے اربابِ بست و کشاد سر جوڑ کر بیٹھیں اور اسلام کی فراہم کردہ اس جامع سکیم سے استفادہ کر کے دنیا کو امن و آشتی کا گہوارہ بنانے کا سامان کریں۔